

# افکار

زربا کے سلسلے میں دو مشہور احادیث، انور عمر (ابن ماجہ) اور اثرا بن عباس (بخاری) کے بارے میں ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب نے اپنے مقالے میں بالتفصیل اظہار خیال فرمایا تھا۔ مولانا ممتا عادی نے ان دونوں احادیث کا درہمیت و روایت کی ترقی سے مفصل تجزیہ پیش کیا ہے [

ابن ماجہ کی یہ حدیث

ہم سے نصر بن علی الجھضمی، خالد بن عمارت اور سعید بن قتادہ نے روایت کیا اور انہوں نے سعید بن المسیب اور انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کیا کہ (عمر رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: سب آخریں زربا کی آیت آمل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور ابھی آپ نے ہم لوگوں کے سامنے اس کی وضاحت نہیں فرمائی تھی۔ اس لئے تم لوگ زربا بھی چھوڑ دو اور ربیبہ (مشکوٰۃ) بھی۔

حدثنا نصر بن علی الجھضمی ثنا خالد بن عمارت  
ثنا سعید بن قتادہ عن سعید بن المسیب  
عن عمر بن الخطاب قال ان اخر ما نزلت آية  
الربا وان رسول الله صلى الله عليه وسلم  
قبض ولم يفسرها لنا فدعوا الربا والربيبه

اس حدیث کو حدیث صحیح صحیحہ والا لہ اللہ تعالیٰ پر ایمان صحیح رکھتا ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ آپ

باندھ دی ہے کہ ان کو اس افتراءی حدیث کے سوا کچھ نہیں سوجھتا۔

اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کو بھی اس طرح اللہ اور رسول سے جنگ کا چیلنج نہیں دیا جس طرح آکلین ربا کو حکم کھلا چیلنج دیا ہے جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اکل ربا (کفر و شرک کے بعد) سب سے بڑا نہایت سنگین جرم اور سخت ترین گناہ ہے۔ ایسے سنگین جرم اور سخت ترین گناہ کے ارتکاب کا حکم اللہ تعالیٰ نے ایسے نازک وقت میں کیوں دیا کہ اس کے رسول کو اتنا بھی وقت نہ ملا کہ وہ لوگوں کو اس جرم کی حقیقت سمجھا سکے (نعوذ باللہ) کیا اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ رسول کا آخری وقت ہے ان کو موت اتنی مہلت نہ دے گی کہ وہ اس جرم کی صحیح نوعیت لوگوں پر واضح کر سکیں۔ کیا رسول اللہ صلعم کی موت بغیر حکم الہی کے آگئی تھی؟ جب اللہ نے خود فرمایا

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ  
مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (محل ۴۴)

اور اتاری ہم نے یہ یادداشت کہ تو کھول دے لوگوں کے  
سامنے وہ چیز جو اتری ہے ان کے واسطے

(ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن رح)

اور اسی سورت کی آیت ۶۴ میں ہے

وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ  
الَّذِي أُخْتَلِفُوا فِيهِ وَهَدَىٰ لَهُمْ  
بُيُوتَهُمْ

اور ہم نے اتاری تجھ پر یہ کتاب کہ کھول کر سناؤ تو ان کو وہ  
چیز کہ جس میں جھگڑ رہے ہیں اور سیدھی راہ بچھانے کو اور  
واسطے بخشش لانے والوں کے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

تو یہ آیات راجح سورہ بقرہ، آل عمران و نسا میں آئی ہیں یہ آیات بھی مانزل الیہم (لوگوں کی طرف  
جو اتاری گئی) میں ہیں یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی تیسیں فرمائی یا نہیں؟ اگر  
آپ نے نہیں فرمائی باوجود اس کے کہ آپ کی وفات سے بقول بعض ۸۱ دن قبل یہ آیتیں اتر چکی تھیں۔ تو  
(نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کافی وقت ملنے کے فریضہ رسالت اس رہا کے مسئلے میں جو  
بہت اہم مسئلہ ہے بالکل ادا نہیں فرمایا۔ اتنا بھی نہیں بتایا کہ ”رہا ہے کیا؟ یہ کتنا بڑا سخت ترین الزام رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حدیث کو صحیح سمجھنے والے عابد کر رہے ہیں۔ اور جن لوگوں کے نزدیک ربا کی آیتیں  
وفات نبوی سے چند منٹ یا چند گھنٹے پہلے اتری تھیں اور آپ تکلیف کے باعث ان آیات کی تیسیں نہ  
فرما سکے کہ آپ کی وفات ہوگئی، تو یہ روایت پرست اللہ تعالیٰ پر یہ الزام عائد کر رہے ہیں کہ وہ (نعوذ باللہ  
ثم نعوذ باللہ) اپنے رسول کے وقت وفات سے باخبر نہ تھا۔ ربا کی آیتیں نازل کر دیں اس کو رسول کی بیلادی

اور تکلیف کی بھی شاید خبر نہ تھی کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

یہ روایت پرست اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب والشہادہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتے ہیں اور اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب والشہادہ مانتے ہیں تو اس نے ایسے وقت جانتے بوجھتے یہ آیتیں کس طرح انار دیں جس وقت آپ ان کی تبیین سے بالکل معذور تھے اور معذور ہی بھی خود اللہ تعالیٰ کی ہی پیدا کردہ تھی۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ

باز می گوئی کہ دامن تر منکن ہشارباش

تبیین آیات رسول پر فرض بھی کی جائے پھر آیات ایسے وقت اناری جائیں جس وقت رسول سے قوت تبیین سلب کر لی جائے، کیا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں رسول کی موت و حیات نہ تھی؟ حکم دینا اور حکم بجالانے کا موقع نہ دینا کیا علیم و حکیم رب العلمین کی شان ہو سکتی ہے۔

مالہم؟ کیفت میحکمون؟

یہ تو روایت دھم ہے جو اس حدیث کے کذب و افترا ہونے پر واضح ترین دلالت کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بسیدوں حدیثیں ربا کے متعلق، جو باہم متضاد و متخالف بھی ہیں۔ کس طرح مردی ہو گئیں؟ یہ حدیثیں ربا کی ان آیات کے بعد بیان فرمائی گئیں یا ان آیات کے نزول سے قبل؟ اگر ان آیات کے بعد بیان فرمائی گئیں اور صحابہ نے سینیں تو پھر کسی نے یہ بھی کیوں نہ پوچھ لیا کہ حضور! ربا کس کو کہتے ہیں؟ پہلے یہ تو سمجھا دیجئے۔ اگر کسی نے خود نہیں پوچھا تھا تو رسول پر تو تبیین فرض تھی آپ کو خود بتا دینا تھا۔ یا کم سے کم لوگوں سے آپ پوچھ لیتے کہ تم لوگ جانتے ہو؟ ربا کیا ہے؟ اگر کوئی مفہوم بتا دیتا تو تصدیق فرمادیتے۔ اگر غلط کہتا تو آپ تصحیح فرمادیتے۔ اتنی حدیثیں ربا کے متعلق بیان فرمانے کا وقت آپ کے پاس تھا مگر ربا کی حقیقت سمجھانے کا وقت نہ تھا۔ کیا کوئی عقل سلیم اس کو قبول کر سکتی ہے؟

شاید کوئی کوئی و بصری نثر اد کہدے کہ صرف حضرت عمرؓ کو ربا کی حقیقت معلوم نہ تھی اور وہ دریافت نہ کر سکے مگر حضرت علیؓ وغیرہ بعض دوسرے اکابر صحابہ کو ربا کی حقیقت معلوم تھی۔ حضرت عمرؓ نے صرف اپنی عدم واقفیت کی بنا پر ایسا فرمایا تھا تو یہ کہنا بھی صحیح نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے واحد متکلم کی ضمیر نہیں استعمال کی ہے بلکہ "لنا" کہہ کر جمع متکلم کی ضمیر استعمال فرمائی ہے۔ بقول اس مفسر کی جس نے یہ حدیث گھڑی ہے، اس نے یہ ظاہر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھ پوری جماعت صحابہ کے متعلق فرمایا کہ

لم یفسر لنا (ہم لوگوں کے لئے حضور نے ربا کی تفسیر نہیں بیان فرمائی)۔ اگر حضرت عمرؓ کو خبر نہ تھی۔ اور دوسروں میں سے کسی کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربا کی تفسیر بتا دی تھی تو یقیناً جس وقت حضرت عمرؓ ممبر پر ایسا فرما رہے تھے جاننے والے ضرور کہہ دیتے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربا کی تفسیر بتا دی ہے اور وہ یہ ہے۔ اگر وہ جاننے والا اس وقت موجود نہ تھا تو یقیناً حضرت عمرؓ کا یہ قول جن سننے والوں کے کانوں تک پہنچ رہا تھا، وہ لوگ ایک دوسرے سے ضرور پوچھتے اور آخر اس دن نہ سہی دوسرے یا تیسرے دن سہی، ہفتے دو ہفتے بلکہ مہینے دو مہینے کے بعد سہی جب اس واقعہ کا رکو خبر ہو جاتی کہ حضرت عمرؓ نے ایسا فرمایا ہے تو وہ ضرور حضرت عمرؓ کو آکر مطلع فرمائیے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا اور ربا کی تفسیر یہ مجھ کو بتائی تھی۔ اس حدیث کے بنانے والے کذاب نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس کا یقین تھا کہ ربا کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھی نہیں بتائی۔ ورنہ ذرا سا بھی ان کو شبہ ہوتا کہ شاید کسی کو آپ نے بتائی ہو تو آپ مجمع صحابہ سے ضرور پوچھتے کہ تم میں کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربا کی پوری تفسیر بتائی ہے؟ یعنی اس مفسر نے سارے صحابہ کو حضرت عمرؓ کا اس قول میں ہم لواقرار دیا ہے۔

یہ کہنا کہ حضرت عمرؓ نے یہ بات صرف راوی سعید بن المسیب سے فرمائی جو ان کی خلافت کے دو سال گذر جانے کے بعد تیسرے سال خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے تھے اور معلوم نہیں اس کتاب کے نزدیک حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے کس سال میں ایسا فرمایا تھا۔ چھ سات برس کے بعد بھی فرمایا تھا تو سعید بن المسیب اس وقت تین چار برس کے تھے۔ ان چار پانچ برس کے بچے سے فرمایا تھا۔ اگر ٹھیک اسی دن جس دن وہ زخمی ہوئے تھے اس دن بھی کہا تھا تو سعید بن المسیب اس وقت چھ سات برس سے زیادہ عمر کے ہرگز نہ ہوں گے تو ایسی اہم بات حضرت عمرؓ نے اپنے آخری وقت کسی سن رسیدہ آدمی سے نہیں فرمائی۔ کسی تو صرف ایک سات برس کے بچے سے؟ مگر

فدعوا الریاء والریبہ  
ربا اور شکوک بات (جس پر ربا کا شک ہو سکے) چھوڑ دو

یہ حکم صیۃ جمع کے ساتھ تو یقیناً ایک جماعت ہی کو کیا جا سکتا ہے، نہ کہ صرف ایک سات برس کے بچے کو۔ اگر یہ روایت صحیح تسلیم کی جا سکتی ہے تو اسی حیثیت سے کہ حضرت عمرؓ نے عمر پوچھنے میں حاضرین کو مخاطب کر کے ایسا فرمایا ہو، جس کو ایک سات برس کے بچے نے بھی سن لیا اور اس کو یہ بات یاد رہ گئی۔ مگر یہ کس قدر خلافت توقع ہے کہ اس قدر اہم بات ایک مجمع میں کہی جائے کسی کو یاد نہ رہے،

صرف ایک سات برس کے بچے کو یاد ہے؛ حیرت کی بات ہے کہ سعید بن المسیب کے سوا دوسرا کوئی اس کی روایت نہیں کرتا۔ سارے متقدمین محدثین و ائمہ رجال کا اس پر اتفاق ہے کہ سعید بن المسیب کی سماعت حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح نہیں ہے صرف بچپن میں انہوں نے ان کو دیکھا ہوگا۔ مگر ابن حجر تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں:

قد وقع لي حديث باسناد صحيح لا مطعن فيه  
 مجھے صحیح اسناد، جس میں کوئی مطعن نہیں ہے یہ حدیث  
 فیہ تصویح سعید لبعیاعہ من عمر  
 ملی ہے جس میں سعید کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سماعت کی صراحت موجود ہے  
 اس کے بعد ابن حجر اسناد کے آٹھ ناموں کے گناہ کے بعد روایت کرتے ہیں:

تنا مسند فی مسند ابن ابی عدی  
 ہم سے مسند نے اپنی مسند میں ابن ابی عدی سے  
 ثنا داؤد بن ابی ہند عن سعید بن المسیب  
 داؤد بن ابی ہند نے سعید بن المسیب سے روایت  
 کیا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس منہر پر  
 یہ کہتے ہوئے سنا تھا میرے بعد ایسے لوگ آئے جو رحم کر  
 جھٹلائے گئے اور کہیں گے ہمیں یہ کتاب اللہ میں نہیں  
 سلتی۔ اگر میں جو کچھ کتاب میں نہیں ہے اس میں اضافہ  
 نہ کروں تو لکھوں کہ یہ حق ہے اور یقیناً رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے رحم کیا، ابو بکر نے رحم کیا اور میں رحم کرتا ہوں۔  
 یہ اسناد مسلم کی شرط پر ہے۔

(تہذیب التہذیب - ج: ۴، ص: ۵۵۸)

چورگی گو اہی گرہ کٹ کی طرت سے، اسی کو کہتے ہیں۔ ایک افترا بی جھوٹی حدیث کی تائید میں بالکل  
 اسی طرح کی افترا بی جھوٹی حدیث کو پیش کرنا عجیب و غریب بات ہے۔ مسند احمد کی حمایت میں علامہ عراقی  
 کے اعتراضات کے جواب میں جو "القول المسدود" انہوں نے لکھی ہے اسے مد نظر رکھتے ہوئے حافظ ابن حجر  
 سے یہ کچھ بعید نہیں ہے۔ سعید بن المسیب کا خود قول ص: ۸۷ میں نقل کرتے ہیں،

ولدت لسنتين مضتا من خلافة عمر  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو دو برس گذر چکے تھے کہ میں پیدا ہوا  
 (یعنی تیسرے سال)

دس برس ان کی خلافت کی مدت ہے۔ اور یقیناً ان دونوں حدیثوں کے خطبے شہادت سے کچھ پہلے ہی

دئے ہوں گے جب سعید بن المسیب شہادت فاروقی کے وقت سات برس کے تھے تو اس سے دو برس پہلے تو ادبھی کم سن یعنی پانچ برس کے ہوں گے۔ اس لئے ان کا یہ کہنا کہ میں نے حضرت عمر رضہ کو خطبہ دیتے سنا، اور پوری حدیث یاد کر لینا اور بعد کو روایت کرنا کس قدر خلات عقل ہے۔ مگر جیسا دعویٰ ویسی ہی دلیل، دونوں کذب و افتراء۔ باقی رہا روایت کا شرط مسلم کے مطابق ہونا تو کون سی بڑی بات ہے جس کو جھوٹی حدیث بنانا آتا ہے کیا وہ جھوٹے اسناد جوڑ لینا نہیں جانتا؟ جمعی تو محدثین نے خود لکھ دیا ہے کہ کسی حدیث کا صحیح الاسناد ہونا اس حدیث کی صحت کی ضمانت نہیں ہے۔ مگر علی شرط مسلم بھی مسند سے ابن السیب تک کے متعلق ہے۔ خود ابن حجر نے جو اپنے شیوخ کے نام لکھے ہیں ان میں کا آخری نام ابو خلیفہ ہے جس نے مسند سے یہ حدیث روایت کی یا ان کے مسند میں دیکھی۔ ابن حجر نے خود ان کے مسند میں یہ حدیث نہیں دیکھی۔ ”ابن خلیفہ“ صاحب کون ہیں، بہت مشتبه ہے۔ مسند کے ترجمہ میں نو ضرور ہے کہ رومی عنہ ابو خلیفہ (ان سے ابو خلیفہ نے روایت کی)۔ مگر ”باب الکفی“ میں ابو خلیفہ یا ابن خلیفہ لکھ کر لکھ دیا ہے۔

”هو عبد الله بن خليفة انه يقال ابو خليفة“ یہ عبد اللہ بن خلیفہ ہیں۔ انہیں ابو خلیفہ یا ابن خلیفہ بھی اور ابن خلیفہ کہتے ہیں۔

مگر مسند سے ان کا روایت کرنا مذکور نہیں۔ اور پھر یہ روایت آخر صحاح کی کسی کتاب میں کیوں نہیں صرف مسند ہی کی مسند میں کیوں ہے؟ خیر یہ تو ایک جملہ معترفہ درمیان میں آگیا، اب پھر اسی ربا والی حدیث کو دیکھئے۔

سعید بن المسیب تو پانچ چھ یا سات برس کی عمر میں، جو حضرت عمر رضہ سے (بقول راوی) سنا تھا، روایت کر رہے ہیں۔ مگر ابن السیب سے کون روایت کرتا ہے۔ وہ قتادہ بن دعامہ بصری ہیں، طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۲ میں ہے۔

اخبرنا عفان بن مسلم قال كان قتادة يقيس علي قول سعید بن المسيب، ثم يرويه عن سعید بن المسيب۔ عفان بن مسلم فرماتے ہیں کہ قتادہ، سعید بن المسیب کے قول پر قیاس کرتے تھے اور پھر سعید بن المسیب سے روایت کیا کرتے تھے۔

یعنی قتادہ سعید بن المسیب کے کسی قول پر قیاس کر کے اسی قیاسی بات کو سعید بن المسیب کا قول قرار دے کر ان سے روایت کیا کرتے تھے۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب ج ۸، ص ۳۵۶ میں لکھتے ہیں:

وقال اسمعيل القاضي في احكام القرآن سمعت  
 علي بن المديني يضعف احاديث قتاده عن  
 سعيد بن المسيب تضعيفا شديدا  
 وقال احسب ان اكثرها بين قتاده وسعيد  
 فيها رجال

اسمعیل قاضی احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ میں نے علی  
 بن مدینی کو قتادہ کی سعید بن المسیب سے روایت کردہ  
 حدیثوں کو شدت سے ضعیف کہتے سنا ہے۔  
 اور یہ بھی کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اکثر حدیثوں میں قتادہ اور  
 سعید بن المسیب کے درمیان دوسرے لوگ ہیں۔

اور خود قتادہ کیا ہیں، اس کے لکھنے کی اب ضرورت نہیں ہے۔ مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔  
 قتادہ سے روایت کرنے والے کا نام صرف "سعيد" مذکور ہے۔ یہ سعید بن ابی عروبہ البصری ہیں جتنی حدیث  
 کے آزاد کردہ غلام۔ ۱۵۵ھ میں وفات پائی۔ مگر ۱۴۳ھ میں بڑھاپے کے باعث جو اس کچھ مختل ہو گئے تھے  
 اس لئے جن لوگوں نے ۱۴۳ھ تک ان سے حدیثیں سنیں، ان کی حدیثیں تو معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ ۱۴۳ھ سے  
 وفات تک جن لوگوں نے حدیثیں سنیں، وہ ناقابل اعتبار سمجھی جاتی ہیں۔ معلوم نہیں یہ حدیث ان سے کب  
 سنی گئی۔

ابن عروبہ سے روایت کر رہے ہیں خالد بن حارث البصری جو ۱۱۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۶ھ میں  
 دنیا سے رخصت ہوئے۔ ان سے روایت کرتے ہیں نصر بن علی الجہضمی البصری متوفی ۲۵۰ھ۔ ان دونوں  
 کی وفات میں ۶۴ برس کا فرق ہے جہضمی صاحب نے اگر ستر بہتر برس کی بھی عمر پائی ہے جب بھی ان کی وفات  
 خالد بن حارث سے بچر ممکن ہے۔ اور کسی نے جہضمی کو طویل العمر نہیں لکھا ہے کہ سمجھا جائے کہ شاید ۹۰ یا ۹۵  
 برس عمر پائی ہو، اس لئے یہ خالد بن حارث سے روایت کر سکتے۔

جہضمی صاحب سے ابن حجر حسن ظن رکھتے ہیں اس لئے ان کی توثیق لکھی ہے۔ مگر ایک واقعہ میں  
 ان کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؑ سے یہ حدیث روایت کی کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے حضرت حسنؑ و حسینؑ رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں کے ماں باپ سے  
 محبت رکھی، وہ قیامت کے دن میرے درجے میں ہوگا۔ توفیق متوکل نے ان کو ایک ہزار کوڑے مارنے کا  
 حکم دیا۔ جعفر بن عبدالواحد نے سفارش کرتے ہوئے کہا کہ یہ اہل سنت ہیں سے ہے، جب بھی وہ ان کو پتو آتا  
 رہا آخر چھوڑ دیا۔ مگر یہ داستان نقل کی ہے ابو علی بن الصراف سے جو ایک غیر ثقہ اور رافضی تھا۔

الانساب سمعانی میں ورق ۷۱ کی پشت پر ابو بکر احمد بن محمد بن الفضل الابلی کے ترجمے میں لکھا ہے:  
 قال ابو حاتم بن حبان ابو بکر الادبلی سكن قرية  
 ابو حاتم بن حبان نے کہا کہ ابو بکر الابلی، جذسیا پور کے ایک

گاؤں نوکول کا رہنے والا تھا، اس سے پانچ سو کے قریب حدیثیں لکھی گئیں جو سب کی سب موضوع تھیں، ان کو ایک ایک نسخہ کر کے ثقہ راویوں کے منسوب کیا گیا۔  
نصر بن علی الجھضی اپنی سے روایت کیا کرتے تھے۔

من قری جندلیسا اور یقال لھا نوکول فلکتبت عنہ شبھا بنجمس مائة حدیث کلاھا موضوعة یضعھا نسخة نسخة علی الثقات کان یروی نصر بن علی الجھضی

اپنی جھضی صاحب سے امام محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ القزوینی روایت کر رہے ہیں۔ صحاح کی دوسری کسی کتاب میں ایسی افتراء جھوٹی حدیث کیوں ہونے لگی۔ ایسی کھلی جہونی افتراء حدیث، جو روایت روایت ہر حیثیت سے صاف جھوٹی نظر آرہی ہے۔ غایت روایت پرستی کے بادہ غلو کے سرشار بالکل از خود رفتہ ہو کر، کس طرح کیلچے سے لگائے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جلالت شان عظمت کا بھی خیال نہیں کرتے، تعجب ہے ان لوگوں کے ایمان پر۔

## یہ حدیث کیوں گھڑی گئی

ربا کے متعلق اتنی مختلف حدیثیں وضع کی گئیں اور ان مختلف حدیثوں کے ذریعے ربا کے مفہوم کو اس قدر غمخیز کر دیا گیا کہ ربا کا صحیح مفہوم سمجھنا مشکل ہو گیا تو اس کے لئے بطور دفع دخل ایک توں حضرت فاروق اعظم کی طرف منسوب کر دیا گیا کہ اگر ان مختلف حدیثوں کو دیکھ کر کوئی کہے کہ ان حدیثوں کے دیکھنے کے بعد تو کوئی شخص ربا کا صحیح مفہوم سمجھ ہی نہیں سکتا، تو اس کا جواب یہ دیا جاسکے کہ تم کیا ہو، دیکھو خود خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم کو بھی ربا کا صحیح مفہوم معلوم نہ ہو سکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے یہ ارشاد فرمایا تھا عرض ربا کے متعلق حدیثوں میں جو اختلاف و اضطراب ہے، اس پر اگر کوئی معترض ہو تو اس کی زبان بندی کے لئے بطور عذر رنگ کے یہ بہتان عظیم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر باندھا گیا۔ یہ بہتان بصرے کی کال میں گھڑا گیا۔

— ۲ —

رہ گئی بخاری والی حدیث جس کو قبیلہ بن عقبہ، سفیان ثوری سے، وہ عاصم سے، وہ عامر بن شریب الشیبی سے اور وہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ  
آخر آیت نزلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی اکرم ص پر سب سے آخری آیت، آیت ربا  
آیت الربا نازل ہوئی۔



یہ حدیث کو نے کی کس سال میں گھڑی گئی۔ اس کے پہلے راوی امام بخاری کے شیخ قبیبہ بن عقبہ الکوہنی ہیں۔ یہ امام بخاری کے شیخ تھے۔ اس لئے ائمہ رجال پر توثیق فرض تھی۔ اسی لئے کافی حد تک ان کی توثیق کی گئی ہے، مگر یہ شیعیاں کو نہ کے خاص لوگوں میں سے تھے۔ فطر بن خلیفہ، یونس بن ابی اسحق، امرئیل بن یونس، یحییٰ بن سلمہ بن کہیل، غیر ہم کے شاگردوں میں تھے۔ اور یہ سب شیعیاں کو نہ کے علمائین میں سے تھے۔ یہ حدیث سفیان ثوری سے روایت کر رہے ہیں۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب ج ۸، ص ۳۴۸، ۳۴۹ میں لکھتے ہیں

عن ابن معین ثقۃ فی کل شیئ الا فی حدیث سفیان  
ابن معین کہتے ہیں کہ وہ سفیان سے روایت کے علاوہ تمام روایات میں ثقہ ہیں۔

قال ابو زرعة الهمداني عن احمد بن ابی  
المحواری قلت للفریابی رأیت قبیبۃ عند  
سفیان ؟ قال نعم ، رأیتہ صنعیراً  
پھر لکھتے ہیں:

قال صالح بن محمد کان رجلاً عالماً بالحدیث کمالہ  
سماعہ من سفیان  
پھر لکھتے ہیں:

قال الآجری عن ابی داؤد کان قبیبۃ  
والوعاص والوحذیفہ لایحفظون ثم  
حفظوا بعد۔  
آجری، ابو داؤد سے روایت کرتے ہیں کہ قبیبہ، ابو عامر اور ابو حذیفہ پہلے یاد نہیں رکھا کرتے تھے۔ بعد کو یاد رکھنے لگے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ سنی میں جو کچھ سفیان ثوری وغیرہ سے سنا تھا وہ تو پوری طرح یاد نہ رہا۔ اس کے بعد جو کچھ دوسروں سے سنا اس کو یاد رکھا۔ سفیان ثوری کی جو حدیثیں بھی ان کو یاد رہیں، وہ دوسروں کی سنی سنائی۔ وہ دوسرے کون کون تھے؟ اس کو اللہ کے سوا کون جان سکتا ہے۔

باقی رہے سفیان ثوری، جو مشہور کوئی محدث تھے۔ ابن حجر تہذیب التہذیب ج ۲، ص ۷۵ میں لکھتے ہیں:

الثوری لیس من مذہبہ ترک الروایۃ ضعیف لوگوں سے روایت ترک کرنا ثوری کا  
عن الضعفا مذہب نہیں ہے۔

اور حضرت مدلس بھی تھے، ضعیف راویوں سے روایت کرتے تھے تو ان کے نام بھی بدل دیا کرتے  
تھے تہذیب التہذیب کے آخر میں ترجمہ ثوری ج ۴، ص ۵۱۱ میں ہے۔

وقال ابن المبارک حدث سفیان بحدیث ابن المبارک کہتے ہیں کہ سفیان نے ایک حدیث بیان کی  
رہوید لسه۔ فلما راى الاستحی وقال جس میں انہوں نے تدریس کی۔ وہ جب بھی مجھے دیکھتے تھے  
ترویدہ عنک تھے اور کہتے کہ تم سے روایت کرتے ہیں۔

اور ج ۲، ص ۸۷ ترجمہ عبیدہ بن مسیب میں لکھا ہے

قال یعقوب بن سفیان لایستوی شیئا۔ وكان کہا: یعقوب بن سفیان کسی چیز میں برابر ہی نہیں کرتا تھا۔  
الثوری اذا روی عنہ کناہ قال ابو عبد اللہ الکریم۔ ثوری جب بھی اس سے روایت کرتے اس کو ابو عبد اللہ الکریم کی  
قال وسفیان لایکاد ینکئی رجلا الا و فیہ کنیت بیان کرتے تھے۔ اور یہی کہا کہ سفیان جب کسی راوی  
ضعف میں ضعف نہ ہوتا اس کی کنیت نہیں بیان کرتے تھے۔

اور اسی جلد ۷ ص ۲۷، میں عبید بن القاسم الاسدی الکوفی کا ترجمہ دیکھئے جو اول درجے کا  
کذاب تھا اور سفیان ثوری کا بھانجا تھا۔ سفیان ثوری سے روایت بھی کرتا تھا۔ متعدد محدثین کے بھانجے  
اور بھتیجے وضاع اور کذاب تھے اور اپنے ماموں یا چچا کی کتابوں میں محمود اثبات و اضافہ کیا کرتے تھے۔  
سفیان ثوری اپنے بھانجے سے محفوظ رہے ہوں تو کوئی وجہ اس کی نہیں ہے۔

پھر اس حدیث میں بھی سفیان ثوری نے اپنی تدریس کی عادت قائم رکھی یعنی وہ اپنے شیخ کا نام صرف  
”عاصم“ لکھتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ متعدد عاصموں سے روایت کرتے ہیں و ”عاصم بن بہدر“ جو ابن ابی  
النجود کے نام سے بھی مشہور ہیں اور کوفے کے مشہور امام القراءۃ تھے۔ مگر حدیثوں میں ضعیف سمجھے جاتے تھے  
اور عاصم بن عبید اللہ بن عاصم بن عمر بن الخطاب۔ یہ بھی ضعیف، منکر الحدیث من لا یحتج بہ تھے۔ اور  
عاصم بن کلیب بن الشہاب الکوفی، مرحومہ اور من لا یحتج بہ تھے۔ اور پھر عاصم بن سلیمان الاحول البصری  
سے بھی روایت کرتے ہیں۔ یہ عاصم احول دوسرے عواہم کے اعتبار سے ایک حد تک ثقہ سمجھے جاتے ہیں۔  
مگر یہ کوئی نہیں ہیں۔ سفیان ثوری کے ہم وطن نہیں ہیں۔ اس لئے ثوری ان کے حال سے اس قدر واقف  
نہیں ہو سکتے جتنا خاص بصری محدث جو عاصم احول کے ہم عصر تھے اور ان سے زیادہ ثقہ تھے وہ ان سے

واقف ہو سکتے تھے۔ وہیب بن الورد جو سفیان ثوری کے شیوخ میں بھی تھے، ان کے متعلق تہذیب التہذیب ج ۵، ص ۲۳ میں ہے۔

وہیب نے ان کو چھوڑ دیا کیونکہ اس کی سیرت میں ترکہ و ہیب لانا نہ اسے بعض لوگوں کو کلام تھا۔ سیرتہ

اور اس سے پہلے ابن ادریس کا قول بھی منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا لا اردی عنہ (میں اس سے روایت نہیں کرتا)

مگر زیادہ قیاس یہی ہے کہ مذکورہ بالا کسی کو فی عاصم سے ہی ثوری نے یہ حدیث سنی تھی مگر اس کو مجرد جان کر صرف "عاصم" لکھوایا۔ شارحین بخاری نے دیکھا کہ جتنے عاصم نام کے ہیں سب کم و بیش مجرد ہیں تو ان میں جو سب سے اچھا حال رکھتا ہو، اسی عاصم کو یہاں نامزد کر دینا مناسب ہے۔ اس لئے شارحین بخاری اور محشی حضرات نے عاصم کے بعد ای الاحول لکھ دیا۔ اگرچہ عاصم اجل بھی دو ہیں۔ عاصم بن النضر بن المنتشر الاحول البصری بھی ہیں۔ مگر یہ متاخر ہیں۔ اگر داعی عاصم بن سلیمان الاحول سے یہ روایت ہوتی تو ثوری ضرور الاحول لکھ کر واضح کر دیتے اور کبھی مہم نہ چھوڑتے۔

آخری راوی عامر بن شریب الشیبی ہیں۔ یہ کوفے کے اکابر محدثین میں سے ہیں اور بہت بڑے بزرگ تھے۔ مگر پھر کوفی تھے۔ کوفی محدثین کو فی اجل سے کبھی محفوظ نہیں رہ سکتے تھے۔ تہذیب التہذیب میں ان کے ترجمے میں تقریباً بارہ صحابہ و اہل بیت کی فہرست دی ہے جن سے کچھ سنا نہیں مگر ان سے روایت کیا کرتے تھے۔ ابن ابی حاتم کا قول ص ۵۷ ج ۵ میں نقل کیا ہے۔

قال سئل ابی عن الفرائض التي رواها  
الشعبي عن علي رضي - فقال هذا عندي  
ما قاله الشعبي علي قول علي رضي وما اري  
عليًا كان يتفرغ لهذا -

انہوں نے کہا کہ میرے والد سے ان فرائض کی حدیثوں کے بارے میں پوچھا گیا جو شعبی نے حضرت علی رضی سے روایت کی تھیں۔ انہوں نے کہا میرے نزدیک یہ شعبی نے حضرت علی رضی کے کسی قول پر قیاس کر کے روایت کی ہیں۔

میری نظر میں تو حضرت علی رضی کو ان چیزوں کی فرصت نہیں تھی بہر حال یہ حدیث یا تو سفیان ثوری کے بھانجے نے ثوری کی کتاب میں داخل کر دی اور ثوری نے روایت کر دی یا قبصہ کم سن تھے۔ ثوری کے بھانجے سے سن کر ثوری سے روایت کر لے گئے۔ خود

ن کے نزدیک جب قیصر کی روایت سفیان ثوری سے قابل اعتبار نہیں تو اب اس سے زیادہ کرنے  
 ضرورت ہی کیا رہی۔

یہ سمجھنا کہ صحیح بخاری کی ہر حدیث صحیح ہے۔ غایت روایت پرستی ہے۔ صحیح بخاری میں تو  
 پھر صریح تک موجود ہے جس سے ہر بخاری پڑھنے والا واقف ہے۔ زبان سے اقرار نہ کرے  
 ربات ہے۔

تمنا عمادی غفرلہ

---